تجارت وکاروبار کے اسلامی اصول کا تحقیقی جائزہ

A Critical Analysis of the Islamic Principles of Trade and Commerce

کریم داد[i]

Abstract

Islam presents an exceptional outlook to Muslims as compared to other religions. It provides a comprehensive code of conduct for carrying out a business which ensures productivity not only in this world but also in the Hereafter. It encourages the circulation of wealth and has forbidden all the illegal sources i.e. hording, fraud, usury and adulteration etc the majority of people were involved in such malpractced which had indeed paved the path to expand the trend of concentration of wealth.

In the article under reference, the basic rules of trade in Islamic perspective have been explained.

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔زندگی کے تمام پہلوؤں میں یہ انسانوں کی راہنمائی کرتا ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات دونوں جہانوں میں انسانوں کی فلاح وبہبود کے ارد گرد گھومتی ہیں۔اسلام سابقہ امتوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کو ایک منفرد نقطہ نظر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے معاملات اور لین دین کے لئے اسلام نے ہر موقع کے لئے قواعد وضوابط بیان کئے ہیں، جن پر عمل کرنے سے دنیاوآخرت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ لین دین بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ لین دین بھی انہی اصولوں پر کرنا چاہئے۔ ان اسلامی قواعد وضوابط کا مقصد تجارت کو عیوب اور شائبات سے پاک کرنا ہے۔اسلام ذخیرہ اندوزی، دھوکہ، سود اور سٹہ بازی کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ گزشتہ اکثر امتیں تجارت کے ان مذکورہ امراض میں مبتلا تھیں۔ جس کی وجہ سے عام لوگ خسارے میں مبتلا ہو جاتے اور خاص طبقہ مال ودولت پر قابض ہوتا، پھر ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔اسلام مسلمانوں کو ایسے انداز سے تجارت وکاروبار کرنے کا حکم دیتا ہے، کہ خود تاجر کو بھی منافع ہو اور ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفید ہوں۔ تجارت کے لئے اسلام کے وضع کردہ چند بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

1. کاروبار جائز ہو

جو کاروبار کیا جا رہا ہو وہ جائز ہو اور شریعت کے مقاصد کے خلاف نہ ہو۔ اسلام نے انسان کے تزکیہ کے لئے کاروبار کو جائز قرار دیا ہے اور یہ اس طور ممکن ہو گا کہ اس میں شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے اور اس کی اقامت اور محافظت پر عمل کیا جائے۔ لہٰذا جو اس کی مخالفت کرے گا اور ان حدود کی پاسداری نہیں کرے گا، وہ در حقیقت شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس قسم کی تجارت کسب خبیث کے وسائل میں داخل ہو جائے گا اور اس میں انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی تباہ ہو جائے گی[1]۔

تجارت ممدوح ہے۔ یہ کسب حلال میں سے ہے لیکن جب اس پر غیر ضروری چیزوں کو مقدم کیا جائے تو بسا اوقات یہ مذموم بن جاتا ہے[2]۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ شام سے ایک تجارتی قافلہ آیا۔ اس میں خوراک کی اشیاء تھیں تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں رہا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا [3]

"اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن خطبہ سے انحراف پر عتاب اور مذمت کرتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ قصہ اس وقت پیش آیا جب نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز کو خطبہ پر مقدم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ[4]

"(یعنی ایسے) لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔"

یہ آیت مومنین کی صفات بیان کرتی ہے اور ان صفات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو دنیا کی زینت ان کے رب کی یاد سے مشغول نہیں کرتی کیونکہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے اور ان کے پاس جو کچھ ہے وہ زیادہ نفع بخش بھی ہے لہذا وہ اس کی اطاعت اور محبت کو اپنی مراد اور محبت پر مقدم کرتے ہیں[5]۔ اس وجہ سے جمعہ کے دن اذان ثانی کے بعد تجارت کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو یہ بیع صحیح ہو گا یا نہیں۔ اس میں دو اقوال ہیں۔ البتہ آیت کا ظاہر اس کی عدم حجت بتلا رہا ہے۔[6]

2. کسب حلال کی کوشش کرنا

مسلمان تاجروں پر اسلام لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے تجارات کے ذریعے کسب حلال کی کوشش کریں۔ محرمات اور جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہو، ان سے دور رہیں۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے نبی کریم ﷺ نے ان کو ڈرایا ہے۔ فرماتے ہیں:

لوگوں پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ حلال ہے یا حرام[7]۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا ہے۔ حلال سے یا حرام سے[8]۔ یہ حدیث ان لوگوں کی مذمت بیان کر رہا ہے جو کسب حلال کی کوشش نہیں کرتے۔ اس حدیث میں مال کے فتنے سے بھی ڈرایا ہے۔ یہ حدیث دلائل نبوت میں سے بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان امور کی خبر دی ہے جو آپ ﷺ کے ذمہ نہیں تھی اور وہ مذمت کی وجہ حلال اور حرام میں برابری اور تمیز نہ کرنا ہے کیونکہ حلال ذریعہ سے مال کمانا مطلقا جائز ہے[9]۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالی پاک ہے اور پاک مال ہی قبول کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالی نے مومنین کو اس چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم نبیوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا[10] "اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل نیک کرو۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً[11] "لوگوں جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ۔"

پھر آپ ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرے۔ پراگندہ بال اور لباس والا ہو۔ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہے اے رب! اے رب! جبکہ اس کا کھانا، پینا اور اوڑنا بچھونا حرام ہو۔ اور اس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔ تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی[12]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا سرسبز اور شیرین ہے جو اس دنیا میں حلال طریقے سے مال کمائے اور اسے راہ حق میں خرچ کرے اللہ تعالی اس کو ثواب دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا، اور جو کوئی غیر حلال ذریعے سے مال کمائے اور اس کو غیر حق میں

خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کی جگہ داخل کرے گا اور بہت سارے مال کمانے والوں کے لئے قیامت کے دن آگ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا [13] "جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہو گی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لئے) اور بھڑکا دیں گے"۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً تلاوت کی گئی تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مستجاب الدعواۃ بنادے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنے کھانے کو پاک رکھو، مستجاب الدعواۃ بن جاؤ گے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو بندہ اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کے نیک عمل کو قبول نہیں کرے گا۔ اور جس شخص کے گوشت کی پرورش حرام سے ہوئی ہو تو آگ اس کے لئے بہتر ہے [14]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو [15]۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس گوشت کے لئے آگ ہی اچھی ہے جو حرام سے پرورش پائے [16]۔ یہ اور ان جیسی دیگر روایات مسلمان تاجروں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ حرام سے دور ہوں اور ہر اس چیز سے دور ہو جس میں حرام کا شائبہ ہو۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ حرام چیزیں انسان کو دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ دے۔

3. تجارت باہمی رضامندی سے ہو

اسلام اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات باہمی رضامندی سے طے ہو اور فقہ اسلامی میں عقد اس وقت تک صحیح نہیں ہو تا جب تک کہ اس میں آزادانہ ارادہ اور طرفین کی طرف سے رضامندی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [17] "مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔"

اس میں لفظ تراضی اس بات کا متقاضی ہے کہ خریدار خریدنے میں اختیار مند ہو اور بیچنے والا بیچنے میں اختیار مند ہو۔ اور دونوں (خریدار اور بیچنے والا) قیمت کی تعیین میں اختیار مند ہوں۔ اب اگر ان میں سے ایک کسی خاص قیمت پر خریدنے پر مجبور ہو گا تو ایسی صورت میں رضامندی کا عنصر ختم ہو گیا اور تجارت کا عظیم مقصد ختم ہوا۔ جو کہ آزادانہ تبادلہ ہے۔ اس لئے تجارت اور ذخیرہ اندوزی آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں۔

جو کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد باہمی رضامندی پر نہیں ہوتا بلکہ اضطرار اور مجبوری پر ہوتا ہے[18]۔ رضامندی کو ایجاب اور قبول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ تمام شرعی عقود کے لئے شرط ہے۔ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ مجھے کاروبار میں اکثر دھوکہ ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی سے کاروبار کرو تو اس سے کہا کرو کہ دھوکہ دہی نہیں ہوگی[19]۔

علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اس کی تلقین اس لئے کی تاکہ بیع کے وقت فروخت کنندہ کو پتہ چلے کہ خریدار قیمت کی تعیین اور سامان کے پہچان کے معاملے میں ہوشیار نہیں ہے اور جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اس کے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خریدی ہوئی چیز کو قیمت کی دھوکہ دہی یا اس کے عیب کی بناء پر واپس کر سکتا ہے[20]۔

اس کے ساتھ اسلام نے کمزور عقل والے شخص (غیر ہوشیار) کو اتنی رعایت دی ہے کہ وہ اس میں سوچے کہ وہ اس عقد کو جاری رکھنا چاہتا ہے یا اس کو مسترد کرتا ہے۔ اگر وہ اس کو جاری رکھے تو یہ اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہے۔ یہ خرید و فروخت میں اس شخص کی طرف سے دھوکہ نہیں۔ اسی طرح اسلام نے تجارت کے عمل کے لئے شرط لگایا ہے کہ اس میں رضا کا وصف ہو، تاکہ لین دین میں لوگوں کی دلجوئی ہو اور تاکہ متعاقدین میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا مال اس کی خوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں[21]۔

4. تجارت لوگوں میں تعاون کا ایک ذریعہ ہو

اسلام نے تجارت کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو کسب حلال کے طریقوں میں سے ایک طریقہ شمار کیا ہے اور انسانی اجتماع کے تعاون کی شکل قرار دی ہے کیونکہ زمین کے پیداوار علاقوں کے گرم اور ٹھنڈے ہونے کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔ تمام علاقوں کی پیداوار ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل اور قوموں میں صرف پہچان کے لئے تقسیم کیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے ناشناسائی کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا[22]

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔"

یہ تعارف اور پہچان، صرف ملاقات سے ممکن نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کی پیداوار وغیرہ کو بھی جان لیں تاکہ آپس میں تبادلہ اور خرید و فروخت

کرے۔ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جائیں گے۔ تجارت اس کے لئے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ یہ تمام انسانوں کے لئے ایک اجتماعی تکافل کا ذریعہ ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ تجارت کے ذریعے ایک علاقے کے پیداوار کو دوسرے علاقے تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر ان کے علاقے میں قحط آیا تو گندم لینے مشقت بھری سفر کر کے مصر آئے۔ اگر وہاں تاجر ہوتے تو انہیں اتنی مشقت برداشت نہیں کرنی پڑتی[23]۔

اسلام ہمیشہ سے تجارت کو باہمی تعاون کی ایک صورت اور انسانی معاشرے کی تکمیل کا ایک اہم جزو سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں میں انسانی بھائی چارے کی صفت پیدا ہوئی۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے بھائی پر مہنگی چیز بیچ دے۔ یا اس پر ظلم کرے۔ اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ ملاوٹ کرے۔ یا ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ کریں۔ اور اس بناء پر تجارت کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہو گا[24]۔ معیشت کے اصول میں سے بھائی چارہ بھی ایک اہم اصول ہے اور عقیدہ اسے مسلمانوں کے درمیان رابطے کی بنیاد فراہم کرتا ہے[25]۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

> آدمی دوسرے کی بیع (سودا) پر تجارت نہ کرے اور نہ دوسرے کی نکاح پر نکاح کا پیغام دے۔ مگر یہ کہ وہ اس کو اجازت دے[26]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسرے کی سودا پر سودا نہ کرے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اس ربط کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کا شعور پیدا ہو جائے۔ اور ان کی عملی زندگی میں اس کا اچھا اثر ہو اور بغض و کینہ کے اسباب ختم ہو جائیں[27]۔

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سودا پر سودا کرنا حرام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ فروخت کنندہ خریدار سے کہے کہ اس کو فسخ کر دو، میں تم کو اس سے سستی دوں گا۔ یا خریدار فروخت کنندہ سے کہے کہ اس بیع کو فسخ کر دو، میں تم سے مہنگا خریدلوں گا۔ یہ بالاتفاق حرام ہے۔ اس قسم کے معاملہ سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ظلم اور زیادتی ہے۔ خریدار کے ثابت شدہ حق کو باطل کر دیتا ہے۔ یہ دراصل متعاقدین کے درمیان بھروسہ اور اعتماد کی فضاء کو ختم کرتا ہے، دلوں میں کینہ، حسد اور بغض پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام اس کو پسند نہیں کرتا[28]۔

5. معاملات میں سہولت اور آسانی پیدا کرنا

اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور دوسروں کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئے۔ اسی وجہ سے اسلام معاملات میں آسانی اور سہولت کی نصیحت کرتا ہے چاہے وہ خرید و فروخت کے معاملات ہوں یا قضاء وغیرہ کے ہو اور معاملات میں ٹال مٹول کرنے سے منع کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو فراخدل اور نرم خو ہو۔ جب وہ کچھ بیچے یا خریدے یا جب فیصلہ کرے[29]۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> مؤمنوں میں سے افضل ترین شخص وہ ہے جو بیچنے اور خریدنے میں فراخدل ہو اور فیصلہ کرنے اور ضرورت دونوں میں نرم خو ہو۔ ایک اور جگہ فرمایا: ایک شخص اس وجہ سے جنت میں داخل ہوا کہ وہ ضرورت مند اور فیصلہ کرنے والے دونوں حیثیتوں میں نرمی کا برتاؤ کرتا تھا[30]۔

ان احادیث میں معاملات میں نرمی برتنے اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور لوگوں کے ساتھ سختی کرنے، مطالبہ حق میں تنگی کرنے اور ان سے درگزر نہ کرنے پر وعید ہے [31]۔ اور یہی چیز برکت کے وجود کا سبب ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی امت کو صرف اس چیز کی ترغیب دیتے ہیں جو ان کے لئے دین و دنیا دونوں کے لیے فائدہ مند ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے شخص کے لئے رحمت اور بخشش کی دعا کی ہے [32]۔

امام غزالیؒ تجارت کا معاملہ کرنے والے کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آدمی کو چاہئے کہ دوسرے پر بیچنے میں اتنی مہنگائی نہ کرے کہ لوگوں کو اس میں نقصان کا سامنا ہو۔ البتہ اگر تھوڑا بہت ہو تو اس کی اجازت ہے کیونکہ تجارت تو منافع ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اگر خریدار اپنی سخت ضرورت کی وجہ سے عام قیمت سے زیادہ منافع دینا چاہے تو تاجر کو نہیں لینا چاہئیے کیونکہ یہی احسان اور حسن سلوک ہے اور ہمارے اسلاف معاملات میں احسان اس بات کو سمجھتے تھے کہ نفع کم ہو۔ اس وجہ سے ایسی چیز جس کی قیمت دس دینار ہو، اس پر آدھا دینار سے زیادہ منافع کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل قیمت پر صرف ۵ فیصد منافع ہو۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازاروں میں چکر لگاتے اور فرماتے تھے: اے تاجرو! حق لیا کرو۔ تم سلامت رہو گے اور کم منافع کو رد نہ کیا کرو، ورنہ زیادہ سے محروم رہو گے [33]۔ لہٰذا مسلمان معاشرہ کو باہمی تعاون، مساوات اور نرمی کے اصولوں پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔ اور دھوکہ، فریب اور بداخلاقی سے دور رہنا چاہئے۔

6. قرض کا حسنِ مطالبہ اور حسنِ ادائیگی

اسلام قرضے کی وصولی کے معاملے میں احسان کرنے پر ابھارتا ہے اور یہ فراخ دلی سے ہی ممکن ہے کہ کبھی تو قیمت میں کمی کرنے اور کبھی ادائے قیمت کے معاملے میں تاخیر سے کام لے کر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ [34] "اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حصول ہونے) تک مہلت (دو)۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تنگ دست کے متعلق حکم دیتا ہے کہ اس سے قرضے کی وصولی کے معاملے میں صبر سے کام لو اور اس کو مہلت دو۔ جاہلیت والوں کی طرح نہیں کہ جب قرض دینے کا وقت پورا ہوتا تو وہ مقروض سے کہتا: قرض ادا کرو، ورنہ سود دینا پڑے گا۔ اسلام اس کو مندوب اور مستحب قرار دیتا ہے کہ اس سے درگزر کرو۔ اس پر بھلائی اور بڑے ثواب کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ [35] "اور اگر (زرِ قرض) بخش دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر تم اصل زر کا ہی مطالبہ چھوڑ دو اور قرض دار کو معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا[36]۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلے زمانے میں فرشتوں نے ایک شخص کے روح سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی کوئی بھلائی بھی کی ہے؟ تو اس نے کہا: میں اپنے لڑکوں کو کہتا تھا کہ تنگ دست کو ادائیگی قرض کے معاملے میں مہلت دیا کرو اور لاچار و غریب کو بالکل معاف کر دیا کرو۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے بھی اس کو معاف کر دیا[37]۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو لایا جس کو مال و دولت سے نوازا تھا تو اس سے پوچھا: تو نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے مال دیا تھا۔ میں اس سے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا۔ میرا طریقہ "جواز" کا تھا۔ لہٰذا میں فقیر و مسکین پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیا کرتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کا اس سے زیادہ حقدار ہوں میرے بندوں سے درگزر کرو[38]۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ایک تاجر جو لوگوں کو ادھار پر سودا دیا کرتا تھا۔ وہ جب کبھی کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے لڑکوں سے کہتا کہ اس کے ساتھ آسانی کرو شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ آسانی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا (یعنی اس کو معاف کر دیا)[39]۔

اسی طرح آپ ﷺ فرماتے ہیں:

جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے مشکلات سے نجات دے تو اس کو چاہئے کہ وہ تنگ دست کے ساتھ آسانی کرے یا اس کو معاف کر دے[40]۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے عرش کے سایہ میں اس کو سایہ دے گا[41]۔

ابتدائی مسلمانوں نے ان تعلیمات کو مکمل طور پر اپنی زندگی میں لاگو کیا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا ایک شخص پر قرض تھا تو جب وہ اس کے پاس قرض کے مطالبہ کے لئے آتا تو وہ چھپ جاتا۔ ایک دن ابو قتادہؓ اس کے پاس آیا تو اس کا بچہ نکل آیا اور اس سے اس کے باپ کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے کہا: وہ گھر میں ہے اور کچھ کھا رہا ہے۔ انہوں نے آواز دی کہ اے فلاں! مجھے پتہ چلا کہ آپ گھر میں ہو، باہر نکلو۔ جب وہ نکلا تو ابو قتادہؓ نے پوچھا: تو مجھ سے کیوں چھپتا ہے؟ اس نے کہا: میں تنگ دست ہوں اور میرے پاس قرض دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ابو قتادہؓ نے پوچھا: تو واقعی تنگ دست ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس پر ابو قتادہؓ رو پڑے اور فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے اپنے قرض دار کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو قیامت کے دن وہ عرش کے سایہ میں ہو گا[42]۔

جس طرح اسلام قرض خواہ کو اس بات کا حکم دیتا ہے اور ترغیب دیتا ہے کہ وہ مقروض کو مہلت یا معافی دے تو اسی طرح مقروض کو بھی اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ قرضہ کی ادائیگی مقررہ وعدے پر کرے۔ اس میں ٹال مٹول سے کام نہ لے۔ ایک جانب اسلام استیفاء حقوق کے قواعد مقرر کرتا ہے تو ان عملی احکام کے ساتھ اخلاقی حکم بھی شامل کرتا ہے، جو لوگوں کو اس کی ادائیگی پر ابھارتا ہے۔ قرضوں کی ادائیگی کے معاملے میں احسان یہ ہے کہ مقروض قرض خوا کا حق جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جو کچھ اس کے لئے ممکن ہو اور اس کے لئے کوشش بھی کرے۔ اور قرض خواہ کو آنے پر مجبور نہ کرے[43]۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اچھے طریقے سے ادائیگی کرے[44]۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے قرض کا مطالبہ کیا اور اس مطالبے میں سخت الفاظ استعمال کئے۔ صحابہ نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کہ صاحبِ حق کو بات کرنے کا حق ہے اور اس کے لئے ایک اونٹ خرید و اور اس کو دیدو تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس تو اس سے بہتر اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو خرید کر دے دو۔ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اچھے طریقے سے ادائیگی کرے۔ آیت کا حکم ہے: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے[45]۔

پس اسلام قرض خواکو حسن مطالبہ اور مقروض کو قرض کی ادائیگی بلا تاخیر اور بغیر ٹال مٹول کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔

7. معاملات میں سچ بولنا

اسلام تاجروں کو معاملات میں سچ بولنے کی دعوت دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امانت دار، سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا[46]۔ ایک دن آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپس میں تجارت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجرو! انہوں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجر گنہگار ہو کر اٹھائے جائیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، نیکی اختیار کرے اور سچ بولے[47]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فروخت کنندہ اور خریدار دونوں بااختیار ہیں جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اگر دونوں سچ بولیں اور عیب واضح کریں تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے۔ اگر وہ عیب کو چھپالیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت ختم کر دی جاتی ہے[48]۔ اس حدیث کی رو سے برکت کا حصول اس شرط پر ہو گا کہ اس میں سچائی اور عیب کا بیان ہو اور برکت کا فقدان اس وقت ہو گا جب یہ شرط نہ پائی جائے، اور وہ جھوٹ بولنا اور عیب کو چھپانا ہے۔ اگر ایک کی طرف سے مشروط پائی جائے اور دوسرے کی طرف سے نہ ہو تو اس کا اثر دوسرے پر پڑے گا۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ دنیا کا حصول عمل صالح کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ کہ گناہوں کی نحوست دنیا وآخرت کی بھلائیوں کو مٹا دیتا ہے[49]۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پاکیزہ کمائی اس تاجر کی ہے جب وہ بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، ان کے پاس امانت رکھی جائے تو یہ خیانت نہ کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کی مخالفت نہ کرے اور جب خریداری کرے تو اس کی مذمت نہ کرے اور جب فروخت کرے تو دھوکہ نہ دے اور اگر اس پر قرض ہو تو اس میں ٹال مٹول نہ کرے اور جب ان کا حق ہو تو تنگ دستی نہ کرے۔ معاملات میں سچ لوگوں کے دلوں میں بھروسے اور اعتماد کی فضا ہے[50] اور خریدار و فروخت کنندہ کے دل میں اطمینان پیدا کرتا ہے یقیناً یہ تجارت کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے[51]۔

8. اقالہ (پشیمانی) پر مال واپس کر کے پوری قیمت واپس کرنا

اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر مال خرید کر اس پر پشیمانی ہو تو مال واپس کر کے اس کی پوری قیمت واپس لے لیں۔ اسلام فروخت کنندہ کو بھی دیتا ہے کہ وہ طلب اقالہ کو قبول کرے اور اچھے طریقے سے قیمت واپس کرے۔ اسی کو نبی کریم ﷺ نے معاملات میں احسان قرار دیا ہے[52]۔ فقہ کی کتابوں میں "اقالہ" کا مستقل عنوان ہے۔ یہ تجارت کے اثرات کو منظم کرتا ہے اور یہ ایک اچھی صفت ہے۔ اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ معاملات کو دھوکہ دہی سے پاک کرتا ہے[53]۔

9. جھوٹ اور قسم سے سامان کی تعریف ممنوع ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

> پاکیزہ ترین کمائی ان تاجروں کی ہے جب وہ بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، جب خریداری کریں تو اس چیز کی مذمت نہ کریں اور جب فروخت کریں تو اس کی تعریفیں نہ کریں[54]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں جھوٹ سے پرہیز کرو[55]۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

> تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس بیابان میں پانی ہو اور وہ مسافروں کو پینے سے منع کرے۔ دوسرا وہ شخص جو عصر کے بعد تجارت کرے اور اس چیز پر قسم کھالے کہ میں نے یہ چیز اتنے کی لی ہے اور اس کی تعریفیں کرے۔ حالانکہ یہ باتیں خلاف حقیقت ہوں۔ تیسرا وہ شخص جو حکمران کے ساتھ دنیاوی اغراض کے لئے بیعت کرتا ہے۔ کچھ دینے کی صورت میں وفاداری اور نہ دینے کی صورت میں بے وفائی کرتا ہے[56]۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

> تین قسم کے لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ہم کلام ہوں گے، نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ یہ تو ہلاک ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ازار کو نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم سے سامان بیچنے والا[57]۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

خرید وفروخت میں قسم سے بچو کیونکہ پہلے یہ پیسے لاتا ہے پھر اس کو ختم کرتا ہے[58]۔ اسلام تاجر کو کاروبار میں جھوٹ بولنے سے ڈراتا ہے اور اس کو غیر حقیقت پر آگے بڑھانے سے منع کرتا ہے۔ لہٰذا تاجر کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ سامان کی تعریف کرے اور اس کی وہ صفات بیان کریں جو اس میں نہیں ہیں۔ اگر اس نے ایسا کیا تو یہ تدلیس (عیب چھپانا) ہوگی اور جھوٹ کے ساتھ ساتھ ظلم بھی ہے۔ مگر یہ کہ فروخت کنندہ اس کی حقیقت کے مطابق صفت بیان کرے جن سے خریدار باخبر نہ ہو[59]۔ عام طور پر قسم اٹھانا، اسکی تعریف کرنا، دھوکہ باز وفریبی لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسلام اس عادت کو حرام قرار دیتا ہے تاکہ معاملات (لین دین) میں دھوکہ دہی اور ملاوٹ نہ ہو۔

10. شراکت داری میں خیانت سے بچنا

بڑے کاروبار اور کارخانے قائم کرنے کے لئے زیادہ مال کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ بہت کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام شراکت کو مباح قرار دیتا ہے۔ بیک وقت اسلام شرکاء کو تجارت میں خیانت سے بھی ڈراتا ہے اور امانت وسچائی کی دعوت بھی دیتا ہے تاکہ ان کے مالوں میں اللہ برکت ڈال دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں شرکت داروں کا تیسرا ہوں جب تک کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں، جب وہ خیانت کریں تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں[60]۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> جو آدمی شراکت دار کے ساتھ خیانت کرے جس میں اس نے اس کو امین بنایا ہے اور اس کو نگران مقرر کیا ہے تو میں اس سے بری ہوں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے امانت رکھوانے والے کے ساتھ خیانت کرے تو میں اس کا خصم (جھگڑا کرنے والا) ہوں[61]۔

یہ تمام نصوص شریک کو شریک کے ساتھ دھوکے اور خیانت سے ڈراتا ہے اور اسے دنیا اور آخرت کے نقصان کی دھمکی دیتا ہے اور جو امانت رکھے اس سے خیر وبرکت کا وعدہ کرتا ہے اس میں معاشرے کے لئے بہت بڑی مصلحت ہے۔ اس میدان میں شراکت کی وجہ سے اقتصادی میدان میں خوب ترقی ہوتی ہے[62]۔

11. حرام اشیاء کی تجارت سے ممانعت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کے لیے مفید اور مضر اشیاء کو وہی خوب جانتا ہے۔ جن چیزوں کو اسلام نے مباح قرار دیا، وہ منفعت سے خالی نہیں اور جن چیزوں کو حرام قرار دیا وہ نقصان سے خالی نہیں۔ اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ معاملات میں حرام کردہ اشیاء سے پرہیز کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا مردار کی چربی بھی حرام ہے؟ حالانکہ اس سے تو کشتیاں اور چمڑے نرم کئے جاتے ہیں اور لوگ چراغ جلاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ حرام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جانوروں کی چربی کو حرام کیا۔ تو انہوں نے اس کو خوبصورت بنایا۔ پھر اس کو بیچا اور اس کی قیمت کو کھایا[63]۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورہ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے مسجد میں اس کی تلاوت کی اور پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا[64]۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے پھلوں کے موسم میں انگور کو اس لئے محفوظ کیا کہ یہودی یا نصرانی کو فروخت کرے یا کسی بھی شراب بنانے والے کو فروخت کرے تو وہ آگ میں داخل ہو گیا[65]۔

حدیث اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انگور شراب کی غرض سے بیچنا حرام ہے۔ اور ہر وہ بیع حرام ہے جو گناہ کے کام میں مدد دے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ فروخت کنندہ کا ارادہ اسی بات کا ہو کیونکہ حبس اور ومن یتخذہ خمراً قصد اور ارادہ بیع پر دلالت کر رہے ہیں۔ اس کی تحریم میں کوئی اختلاف نہیں[66]۔

اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حرام کی طرف لے جانے والے حیلوں سے بھی منع کیا ہے۔ مثلاً وہ ذرائع جن کے ذریعے تاجر سود کے لئے حیلہ سازی کرتے ہیں جیسا کہ حلال بیوع میں تاجر محتاج آدمی کو مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں پھر وہ اس سے کم قیمت پر واپس لیتا ہے تاکہ یہ فرق تاجر کے جیب میں چلا جائے۔ یوں وہ قرض کے بالمقابل زیادتی سے لیتا ہے۔ یہ احادیث ان تمام حیلوں اور ذرائع کو باطل قرار دیتا ہے جو حرام کی طرف لے جاتے ہیں[67]۔ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر حرام کیا ہے تو اس کی قیمت کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ لہٰذا اسی قاعدے سے وہ نہیں نکلیں گے مگر وہ چیز جس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو[68]۔

12. کھوٹے سکوں کی ممانعت

اسلامی اصول کے مطابق سکے رائج الوقت اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہونے چاہیں۔ یہ اس لئے کہ رغبت رکھنے والوں کو بآسانی سامان میسر ہو سکے۔ جس طرح سامان میں ملاوٹ اور دھوکہ حرام ہے اسی طرح نقود اور سکے میں بھی دھوکہ اور ملاوٹ حرام ہے۔ کیونکہ اس کا ضرر ونقصان ایک شخص سے

دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ نقصان زیادہ لوگوں تک پہنچ جاتا ہے[69]۔ اس ضمن میں کاروباری لوگوں کو سب سے پہلے مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں کھوٹے سکوں کے ساتھ معاملات اور اس کو ترویج دینے سے ڈرایا گیا ہے کیونکہ اس کا زیادہ نقصان انہی کو ہوتا ہے[70]۔

امام غزالیؒ نے کھوٹے سکوں کے نقصانات کو یوں بیان کیا ہے کہ بے شک یہ ظلم ہے کیونکہ معاملہ کرنے والے اس کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ اگر اس کو اس کے کھوٹے ہونے کا پتہ نہ ہو۔ اسی طرح تیسرا شخص، پھر چوتھا شخص نقصان اٹھاتا ہے اور مسلسل یہ لوگوں کے ہاتھوں میں جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا نقصان عام ہو جاتا ہے[71]۔

فقہاء کہتے ہیں کہ ایک کھوٹے درہم کو خرچ کرنا سو دراہم کی چوری سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ چوری ایک گناہ ہے جو کرنے سے ختم ہو جاتی ہے جبکہ ایک کھوٹے سکے کو خرچ کرنے کا فساد ایک سال تک بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لوگ اس کے ذریعے معاملات کرتے ہیں اور مسلمانوں کے اموال میں فساد لاتا ہے۔ جب تک کہ وہ درہم ختم نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کے مال کو جو نقصان پہنچے گا اس کا گناہ بھی اسی پر ہو گا۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے کہ جس کی موت کے ساتھ اس کے گناہوں کا سلسلہ ختم ہو جائے اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے کہ جس کے موت کے بعد اس کے گناہ سو یا دو سو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ بھی جاری رہیں[72]۔ کھوٹے سکوں کو رواج دینا، ملاوٹ اور دھوکہ ہے اور دھوکہ اسلام میں ممنوع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے[73]۔

اسی وجہ سے ہمارے علماء نے کھرے اور کوٹے سکوں کی علامات بیان کئے ہیں تاکہ صحیح کو کھوٹے سے جدا کیا جا سکے۔ یہ انہوں نے گناہ میں واقع ہونے کے خطرے سے کیا ہے۔ اس میں ان کا کوئی دنیاوی لالچ نہیں تھا بلکہ یہ ان کے اسلامی جذبے کی وجہ سے تھا کہ ان کا دین محفوظ رہے[74]۔

13. نقصان دہ کاروبار کی ممانعت

ذیل میں چند ایسے عقود اور معاملات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے اور یہ اس لئے کہ ان سے بہت سارے مفاسد واقع ہوتے ہیں۔

1. **بیع الملامسة:** (چھونے پر مبنی تجارت) اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری بغیر سوچے جب مبیعہ کو چھولے گا تو اس پر بیع لازم ہو گئی اور اس کو دیکھنے کا اختیار بھی نہیں رہے گا[75]۔

2. **المنابذۃ:** اس کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کو مبیعہ پھینک دیتا ہے۔ یا مشتری کسی پتھر وغیرہ سے مبیعہ کو مارتا ہے اس پھینکنے کے ساتھ بیع لازم ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے دو قسم کے بیوع سے منع کیا ہے۔ یعنی بیع ملاسۃ اور منابذۃ[76]۔

بعض فقہاء نے اس کو جوئے کی اقسام میں شمار کیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ سے ان دونوں کی تفسیر کے بارے میں مروی ہے کہ لوگوں نے سامان بیچے جب کہ انہوں نے اسے دیکھا نہ ہو۔ اور نہ اس کے بارے میں کچھ بتایا ہو یا لوگ اپنا سامان دوسرے کو پھینک دے تو یہ جوئیں کی قسم میں سے ہے۔ ملامسۃ اور منابذۃ سے منع کی علت دھوکہ جہالت اور خیار مجلس کا بطلان ہے[77]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حمل کی بیع سے منع کیا ہے۔ یہ جاہلیت والے کرتے تھے کہ ایک آدمی جننے والی اونٹنی کا حمل (جنین) خرید لیتا یا بیچتا[78]۔

13. حکمرانوں کے تجارت کی ممانعت

اسلام سیاسی اثر ورسوخ کو ناجائز طور پر استعمال کرنے سے منع کرتا ہے۔ ابن خلدون نے "المقدمہ" میں لکھا ہے کہ تجارت میں سیاسی اثر ورسوخ بڑھنے سے اقتصادیات اور عوام کو نقصان پہنچتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ عموماً رعایا (عوام) ہم پلہ اور برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مقابلے کا رجحان انہیں مزید سخاوت اور اچھائی کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر جب حکمران بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائے تو ان کے پاس دولت زیادہ ہوتی ہے اور یوں اپنے اغراض کے حصول کی کوشش کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے دل میں غم اور کدورت پیدا ہوتی ہے۔

تاجروں کے درمیان مقابلے کا رجحان نفع بخش ہے۔ لیکن جب حکمران میدان تجارت میں کود پڑتے ہیں تو عام لوگ اور تاجران کے ساتھ مقابلے کی قدرت نہیں رکھتے۔ یا تو اس وجہ سے کہ حکمران کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے۔ اور یا ان سے خوف اور ڈر کی وجہ سے مقابلے کی سکت نہیں رکھتے۔ آگے لکھتے ہیں: بسا اوقات مسلمانوں پر یہ حالت آتی ہے کہ جو لوگ شہروں اور منڈیوں پر غالب ہوتے ہیں وہ ان قافلوں کے پاس پہنچتے ہیں اور ان سے من مانی قیمت پر اشیاء مہنگے داموں خرید لیتے ہیں چونکہ اس کا تعلق حکمران طبقہ سے ہوتا ہے اس لئے ماتحت رعایا اور عوام پر بھی من مانی قیمت پر فروخت کر لیتے ہیں۔ اس صورت حال میں رعایا کا مال ضائع ہو جاتا ہے[79]۔

14. ناپ تول میں کمی کرنا

ناپ تول میں کمی شریعت میں ممنوع ہے اور اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں اس کی مذمت بیان کی ہے۔ تاجروں کے لئے اس کا التزام اتنا ضروری ہے جتنا کہ ان کے لئے بیع میں عیب کا اظہار ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ[80] "اور جب کوئی چیز ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔"

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ[81] "اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔"

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ[82] "ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔"

نتائج

اسلامی نقطہ نظر سے تجارت ایک ممدوح عمل ہے۔ اسلامی اصول کے مطابق کاروبار کرنے سے نہ صرف دنیوی فائدہ ہوتا ہے، بلکہ اخروی فوائد بھی ملتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے تجارت صرف پیسہ کمانے کا ایک ذریعہ نہیں، بلکہ یہ مسلم معاشرے کی فلاح وبہبود، امن وسکون ، ابلاغ عامہ اور دین کی اشاعت کا ایک ذریعہ بھی شمار ہوتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہر وہ کاروبار جائز ہے جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہو اور ان کی اقامت اور محافظت پر عمل کیا جائے۔ اسلام ان معاملات سے منع کرتا ہے، جو مفضی الی النزاع ہو۔ ان صفات سے متصف تجارت کو اسلام ممنوع قرار دیتا ہے۔ مثلاً حکمرانوں کی تجارت، ناپ تول میں کمی کرنا، حرام اشیاء کی تجارت ، شراکت داری میں خیانت اور جھوٹ اور قسم سے سامان کی تعریف وغیرہ۔

حواشی وحوالہ جات

1 عبد الکریم، الاقتصاد المالی الاسلامی۔ دراسۃ مقارنۃ بالنظم الوضعیۃ، ص:۱۵۹، مؤسسہ شباب الجامعۃ اسکندریہ، ۱۹۸۴ء۔

2 العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴: ۲۹۶، دار المعرفۃ، بیروت۔ س۔ن

3 سورۃ الجمعہ ۶۲: ۱۱

4 سورۃ النور ۲۴: ۳۷

5 ابن کثیر، ابو الفدا اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) ۲: ۶۱۰، دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علی بیضون۔ بیروت، ۱۴۱۹ھ

6 ایضاً ۳: ۵۰۱

7 ابن رجب، زین الدین عبد الرحمن بن أحمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴:۲۹۶۔ مکتبۃ الغرباء الأثریۃ- المدینۃ النبویۃ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

8 ایضاً ۳: ۱۰۵

9 ایضاً ۴: ۲۹۶ - ۲۹۷

10 سورۃ المومنون ۲۱: ۵۱

11 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۶۸

12 المنذری، زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترھیب ۳: ۱۱، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۹۶۸ء

13 سورۃ الاسراء ۱۷: ۹۷

14 الترغیب والترہیب ۳: ۲۴

15 ایضاً ۳: ۱۲، حدیث (۱۵)

16 ایضاً ۵: ۶۱

17 سورۃ النساء ۴: ۲۹

18 السمالوطی، د نبیل، بناء المجتمع الإسلامی: ۶۰، دار الشروق للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

19 فتح الباری ۴: ۳۳۷

20 الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخیار ۵: ۱۸۳، دار التراث، قاہرہ، س-ن

21 الحریۃ الاقتصادیہ فی الاسلام: ۵۷۱

22 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳

23 بناء المجتمع الإسلامی: ۵۹-۶۰، دار الشروق للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

24 الحریۃ الاقتصادیۃ فی الاسلام: ۵۱۸

25 محمد علی بیان آدم، الاقتصاد الاسلامی فی ضوء القرآن: ۱۴، رسالۃ لدکتوراہ المقدمۃ الی کلیۃ اصول الدین، بجامعۃ الازہر، س-ن

26 الشیبانی، أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل ۲: ۱۳۰، حدیث (۶۱۳۵)، دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء

27 فتح الباری ۴: ۳۵۳

28 النظام الاقتصادی فی الاسلام: ۶۰

29 فتح الباری ۴: ۳۰۶

30 الترغیب والترہیب ۳: ۱۹

31 فتح الباری ۴: ۳۰۷

32 العینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۹: ۱۷۲، مصطفی البابی الحلبی، ۱۹۷۲ء

33 امام غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین ۲: ۸۱–۸۲، دار المعرفۃ- بیروت، س-ن

34 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۰

35 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۰

36 تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۵۰

37 فتح الباری ۴: ۳۰۷

38 الترغیب والترھیب ۳: ۱۹

39 فتح الباری ۴: ۳۰۸–۳۰۹

40 امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ۱: ۲۲۷، مکتبۃ عاطف، قاہرہ، س-ن

41 فتح الباری ۴: ۳۰۹

42 تفسیر ابن کثیر ۱: ۳۵۰

43 احیاء علوم الدین ۲: ۸۳

44 الدارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل، السنن ۲: ۱۷۰، دار البشائر، بیروت، ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء

45 سنن دارمی ۵: ۶۱۔۔۔فتح الباری ۵: ۵۸

46 الترمذی، امام ابو عیسی محمد بن عیسی، سنن الترمذی ۳: ۵۱۵، دار احیاء التراث، بیروت، س-ن

47 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوین، سنن ابن ماجہ ۲: ۵، طبعۃ عیسی البابی الحلبی، س-ن

48 فتح الباری ۶: ۳۰۹

49 فتح الباری ۷: ۳۱۱

50 الترغیب والترہیب ۳: ۲۸

51 الحریۃ الاقتصادیہ فی الاسلام: ۵۲۵

52 احیاء علوم الدین ۲: ۸۳

53 الاقتصاد الاسلامی: ۱۷۴

54 الترغیب والترہیب ۳: ۲۸

55 ایضاً

56 سنن ابن ماجہ ۲: ۲۲

57 ایضاً ۲: ۲۳

58 ایضاً

59 معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ: ۱۲۷–۱۲۸

60 السجستانی، ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابو داؤد ۳: ۲۵۳، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۹۸۸ء
61 الترغیب والترہیب ۳: ۳۱۳
62 الحریہ الاقتصادیہ فی الاسلام: ۵۳۱
63 سنن ابی داود ۳: ۷۷۴۔۔۔ فتح الباری ۴: ۴۱۷
64 فتح الباری ۴: ۴۱۷
65 نیل الاوطار ۵: ۱۵۴
66 ایضاً۔۔۔ سبل السلام ۲۲: ۳۰
67 عمدۃ القاری ۱: ۲۲
68 نیل الاوطار ۵: ۴۱۲
69 الاقتصاد الاسلامی: ۲۱۴-۲۱۵
70 الحریۃ الاقتصادیہ فی الاسلام: ۵۳۵
71 احیاء علوم الدین ۲: ۷۵
72 الاقتصاد الاسلامی: ۲۱۵
73 سنن ابن ماجہ ۲: ۲۶
74 معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ: ۱۲۶
75 شرح فتح القدیر ۶: ۴۱۷
76 سنن ابی داود ۳: ۲۵۲
77 نیل الاوطار ۵: ۱۵۱
78 فتح الباری ۴: ۳۵۶
79 مقدمہ ابن خلدون: ۳۱۰-۳۱۲
80 سورۃ الاسراء ۱۷: ۳۵
81 سورۃ الرحمٰن ۵۵: ۹
82 سورۃ المطففین ۸۳: ۱-۳